OPEN ACCESS
RUSHD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Scicnces, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
Jul-Dec-2022
Vol: 3, Issue: 2
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

ڈاکٹر اقصیٰ[1]
عائشہ شبیر[2]
ڈاکٹر ثمینہ سعدیہ[3]

خیر المفاتیح اور خیر التوضیح میں مذکور منتخب مسائلِ عبادات کا تقابلی جائزہ

A Comparative Review of Selected Issues in Khair ul Touzeeh and Khair ul Mufateeh

Abstract

Hadith knowledge is extensive and encompasses the six major collections of hadith known as Sihah Sitta, which are summarized in "Mishkaat-ul-Masabeeh." Numerous interpretations of Mishkaat-ul-Masabeeh have been written in the subcontinent, including Arabic, Persian, and Urdu versions produced by scholars in various eras. The Urdu interpretations of Mishkaat-ul-Masabeeh include "Khair ul Mafatih" and "Khair ul Touzeeh" by Maulana Mufti Abdul Rasheed Sahib,

1 لیکچرر، انسٹیٹیوٹ آف عربیک اینڈ اسلامک اسٹڈیز، جی سی ڈبلیو یو، سیالکوٹ
2 لیکچرر، انسٹیٹیوٹ آف عربیک اینڈ اسلامک اسٹڈیز، جی سی ڈبلیو یو، سیالکوٹ
3 اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

consisting of six volumes. "Khair ul Mafatih" is a detailed research phase of Mishkaat-ul-Masabeeh, chosen for its simplicity and ease of understanding. The research aims to examine the style, characteristics, and comparison of these two Ahadith books in a narrative and reasoned manner. The author of "Khair ul Mafatih" clarifies difficult words in the Holy Hadith, makes complex researches easier through question and answer, deduces new legal issues, explains religious concepts with arguments, describes the background of hadith narrators, and provides headings and paragraphs for clarity. This explanation is more comprehensive than others.

Keywords: Comparison, Review, Khair ul Touzeeh, Khair ul Mufateeh, Selected issues

تعارف

حدیث کا علم ایک وسیع علم ہے۔ برصغیر میں مشکوٰۃ المصابیح کی بہت سی شروحات لکھی جاچکی ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی اہمیت و مقام کے پیشِ نظر علمائے امت نے ہر دور میں اس کی عربی، فارسی اور اردو شرح کا اہتمام کیا ہے۔ ہر دور میں ان شروحات میں اضافہ ہوا ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح کی اردو شرح "خیر المفاتیح" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح کی بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں لیکن اس مقالے کے لیے دو اہم اردو شروحات خیر التوضیح اور خیر المفاتیح کا انتخاب کیا گیا ہے۔ مولانا مفتی عبد الرشید صاحب نے پانچ سال کی شب و روز محنت کے بعد "مشکوٰۃ المصابیح" کی اردو شرح خیر التوضیح تالیف فرمائی۔ یہ شرح چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں حدیث کا عربی متن قرآنی فاؤنٹ میں اعراب سے مزین ہے۔ اور اس کا ترجمہ عام فہم ہے۔ حدیث پاک کے مشکل الفاظ کی توضیح (یعنی حدیث پاک میں جتنے بھی مشکل الفاظ آئے ہیں ان کی وضاحت سادہ اور آسان الفاظ میں کی ہے تاکہ کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے آسانی رہے۔) مشکل ابحاث کو سوال و جواب کے طریقہ کار کے ذریعے آسان کیا ہے۔ اس شرح میں جدید و قدیم فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ متعلقہ حدیث کے تحت فقہاء کرام کے مذاہب مع دلائل بیان کیے ہیں۔ مستدلات فقہ حنفیہ کی وجوہِ ترجیح کا ذکر کیا ہے۔ احادیث میں تعارض کی صورت میں دلنشین مطابقت قائم کی ہے۔ حضرات اکابر علماء کرام کے افادات کا نچوڑ ہے۔ اس شرح میں تدریس کا انداز

انتہائی سہل ہے۔ مولانا نے راویوں کے مختصر حالات بیان کیے ہیں۔ الغرض خیر التوضیح میں مفصلاً حدیث کی شرح بیان کی گئی ہے تاکہ قارئین موضوع کی گہرائی کو جانچ سکیں۔

مشکوٰۃ المصابیح کی ایک اور اہم شرح "خیر المفاتیح" ہے۔ خیر المفاتیح علامہ شبیر الحق کشمیریؒ قدیم وجدید شارحینِ حدیث کے علوم ومعارف کی امین مشکوٰۃ شریف کی پہلی مفصل شرح ہے۔ جنہوں نے پانچ سال کی شب وروز محنت کے بعد "مشکوٰۃ المصابیح" کی اردو شرح تالیف فرمائی۔ یہ شرح چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ انسانی ہمت وقدرت کے مطابق ادارہ نے تقریباً ایک سال کی محنت کے بعد اس عظیم شرح کو شائع کیا ہے۔ یہ مشکوٰۃ المصابیح کی پہلی مفصل تحقیقی شرح ہے۔ ہر لائن کے نیچے سلیس اُردو ترجمہ موجود ہے۔ حدیث سے جدید وقدیم فقہی مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔ آئمہ فقہا کے مذاہب مع دلائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ مطبوعہ تمام شروحات کی نسبت زیادہ جامع شرح ہے۔ ہر حدیث کی تشریح مشکل الفاظ کی تسہیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ فقہ حنفی کے ترجیحی مدلل ومسکت جوابات کو پیش کیا گیا ہے۔ لغوی، اصلاحی اور صرفی نحوی مباحث بھی موجود ہیں۔ طویل مباحث میں مختلف امور کے ذریعے تفصیلات کو اقرب الی الفہم بنایا گیا ہے۔ مغلق ومجمل مقامات کی دلنشین شرح ہے۔

مقالہ کا منہج:

اس آرٹیکل میں "مشکوٰۃ المصابیح" کی شرح 'خیر المفاتیح' کو منتخب کیا گیا ہے اور اس کا انتخاب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں انتہائی سہل اور آسان انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حدیث کے راویوں کے حالات کو بھی بیان کیا ہے۔ اسلوبِ تحقیق بیانیہ اور تقابلی ہے۔ نیز ان شروحات پر تحقیقی کام کرنے کی وجہ ان کی خوبیوں کو بیان کرنا اور ان کو عام لوگوں کے لئے آسان بنانا ہے۔ مزید یہ کہ اس میں خلاصہ بحث اور نتائج وسفارشات بھی شامل ہیں۔ دورِ حاضر کی اہم ضرورت ہے کہ حدیث کے میدان میں زیادہ سے زیادہ کام کیا جائے تاکہ ہر خاص وعام ان انمول ذخائر سے مستفید ہو سکے۔

مقصد تحقیق:

آرٹیکل کا مقصد تحقیق "مشکوٰۃ المصابیح" کی اردو شروحات خیر التوضیح اور خیر المفاتیح میں موجود منتخب مسائلِ عبادات کا تقابلی جائزہ پیش کرنا ہے۔ ان مسائل میں تقابل کیا جائے گا کہ کس مؤلف نے ان امور کو تفصیلاً بیان کیا ہے اور کس نے اختصار سے کام لیا ہے۔

اہمیت و افادیت:

قرآن کریم میں چند ایک مسائل کے علاوہ جتنے بھی مسائل بیان ہوئے ہیں وہ اجمالاً بیان ہوئے ہیں۔ ان کی وضاحت ہمیں حدیث سے ملتی ہے۔ قرآن کریم ایک اصولی کتاب ہے۔ اس کا کام اصول و کلیات بیان کرنا ہے اور اس کی جزئیات ہمیں رسول کریم ﷺ کی احادیث سے ملتی ہیں۔ آرٹیکل کا موضوع 'مشکوٰۃ المصابیح کی اردو شروحات کا تقابلی جائزہ' ہے۔ خیر التوضیح اور خیر المفاتیح مشکوٰۃ المصابیح کی اردو شروحات ہیں۔ ان شروحات میں مؤلفین نے مختلف مسائل اور امور کو بیان کیا ہے۔ ان مسائل میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو دونوں شروحات میں ان کے مؤلفین نے بیان کئے ہیں اور کچھ مسائل ایسے ہیں جن میں یہ مؤلفین منفرد ہیں یعنی ایک نے بیان کیا ہے اور دوسرے نے نہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح کی اردو شرح "خیر التوضیح" حدیث کی جامع اور متداول کتاب ہے۔ خیر التوضیح میں مؤلف نے حدیث پاک کے مشکل الفاظ کی توضیح کی ہے۔ سوال وجواب کے ذریعے مشکل ابحاث کو آسان بنایا ہے۔ جدید و فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ متعلقہ حدیث کے تحت فقہاء کرام کے مذاہب مع دلائل بیان کیے ہیں۔ اس شرح میں مؤلف نے انتہائی سہل تدریسی انداز اپنایا ہے۔ مؤلف نے حدیث کے راویوں کے مختصر حالات بیان کیے ہیں۔ تفصیلی مباحث میں عنوانات و پیراگراف بنائے ہیں۔ یہ شرح دوسری شروحات کی نسبت زیادہ جامع ہے۔

"مشکوٰۃ المصابیح" کی دوسری اردو شرح خیر المفاتیح کے مؤلف جامع المنقول والمعقول حضرت علامہ شبیر الحق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور یہ شرح ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ (ملتان) نے رمضان المبارک 1429ھ میں شائع کی۔ یہ شرح چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ خیر المفاتیح قدیم وجدید شارحینِ حدیث کے علوم و معارف کی امین مشکوٰۃ شریف کی پہلی مفصل شرح ہے۔ جنہوں نے پانچ سال کی شب و روز محنت کے بعد "مشکوٰۃ المصابیح" کی اردو شرح تالیف فرمائی۔ یہ شرح چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

1. مبحث اول: کتاب الصلوٰۃ۔۔۔ باب المواقیت (نماز کے اوقات کا بیان)

صاحب خیر التوضیح (مفتی عبد الرشیدؒ) باب المواقیت میں لکھتے ہیں:

مواقیت جمع ہے میقات کی۔ میقات کہا جاتا ہے اس وقت کو جس میں کوئی عمل مقرر کیا جائے یہاں پر یہی معنیٰ

مراد ہے اوراس کی دلیل: لقولہ تعالیٰ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا﴾ [1]

"بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔"

اوقات کی تین قسمیں ہیں۔

i. اوقاتِ صحت: وہ اوقات جن کے اندر نماز ادا کرنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے قضاء نہیں ہوتی۔

ii. اوقاتِ مستحبہ: وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا افضل اور زیادتی اجر کا سبب ہے۔

iii. اوقاتِ مکروہہ: وہ اوقات جن میں نماز تو ادا ہو جاتی ہے لیکن ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

صاحب خیر المفاتیح (مولانا شبیر الحقؒ) باب المواقیت میں لکھتے ہیں: مواقیت دو قسم پر ہیں

زمانی: 'کتاب الصلوٰۃ' میں زمانی مراد ہوتا ہے۔

مکانی: 'کتاب المناسک' میں یعنی کتاب الحج میں مکانی مراد ہوتا ہے۔ نمازوں کے وقتوں کی تعیین مکہ میں ہوئی یا مدینہ میں تعیین مکی ہے یا مدنی تو راجح قول یہ ہے کہ مکی ہے۔

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهِ، مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغْرُبِ الشَّفَقُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ، مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأَمْسِكْ عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ»))[2]

"ظہر کے وقت سورج ڈھل جائے اور اس کا آخری وقت جب آدمی کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے عصر کے آنے تک اور عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے اور مغرب کی نماز کا وقت جب تک سرخی غائب نہ ہو جائے۔ اس وقت تک ہے اور عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے اور صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے لے کر جب تک سورج طلوع نہ ہو جب سورج نکل آئے تو نماز سے رُک جا کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا

1 النساء 4: 103

2 امام أحمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، كتاب الصلوٰة، باب: مسند عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه (لاہور: مكتبه رحمانيه، س۔ ن)، رقم الحديث: 6966

ہے۔"

شرح:

صاحب خیر التوضیح کا موقف: ظہر کے وقت کی ابتداء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔اس کا وقت زوالِ شمس سے شروع ہوتا ہے۔البتہ انتہاءوقت ظہر میں اختلاف ہے کہ مثلین تک باقی رہتا ہے یا مثلِ اول تک صاحب خیر التوضیح نے اس مسئلہ کو مدِ نظر رکھ کر آئمہ اربعہ کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔

پہلا قول: امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل تک باقی رہتا ہے اور مثل ثانی کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

دوسرا قول: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ظہر کا وقت مثلین کے بعد شروع ہوتا ہے امام صاحب سے تین روایات منقول ہیں۔

i. ائمہ ثلاثہ کی طرح۔

ii. مثل ثانی اور ثالث کے درمیان والا وقت مہمل ہے۔

iii. درمیان والا وقت معذورین کے لئے ہے۔ان اقوال میں پہلا قول مثلین والا زیادہ مشہور ہے۔

صاحب خیر التوضیح نے اقوال کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کے دلائل نقل کیے ہیں۔

امام شافعیؒ، امام احمدؒ وغیرہ کی دلیل: یہ حدیث، حدیث جبرائیل کے نام سے مشہور ہے۔اس میں یہ الفاظ ہیں "فلما كان الغد صلى بي الظهر حين كان ظله مثله"(رواہ ابو داؤد) سایہ دو مثل کی مانند تھا۔

امام صاحبؒ کے دلائل:

پہلی دلیل: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:"اذا اشتدا الحر فابردوا بالصلوة "(متفق علیہ)

جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔[1]

دوسری دلیل: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے موذن (حضرت بلالؓ) نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ ٹھنڈا کر لو پھر ارادہ کیا اذان دینے

1 خطيب التبريزي، محمد بن عبدالله، مشكوة المصابيح (بيروت: المكتب الإسلامي، 1985)، 1 : 60

کا پھر فرمایا:"ابردوا" پھر ارادہ کیا اذان دینے کا پھر فرمایا:"ابردو" یہاں تک کہ ٹیلوں کے سایہ دوش ہوگئے آپ ﷺ نے فرمایا:"ان شد ة الحر من فیح جھنم" گرمی کی شدت جہنم کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

تیسری دلیل: عبداللہ بن رافعؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے اوقات نماز دریافت کیے تو انہوں نے فرمایا:

((صل الظھر اذا کان ظلك مثلك والعصر اذا کان ظلك مثلیك))

آئمہ ثلاثہ کی دلیل کے جوابات:

- یہ حدیث احباب اور فضیلت پر محمول ہے کہ مستحب اور افضل یہی ہے کہ نماز اول وقت میں پڑھی جائے۔
- علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ حدیثِ جبرائیل منسوخ ہے کیونکہ باقی روایات متاخر ہیں اور عمل متاخر پر ہوتا ہے
- حدیث امامت جبرائیل مرجوح ہے کیونکہ اس کی سند حسن اور مذکورہ احادیث کی اسناد صحیح ہیں لہٰذا ان کو ترجیح ہوگی۔[1]

صاحب خیر التوضیح(مفتی عبدالرشیدؒ)لکھتے ہیں:

((حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: وَقَّتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ، ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ، قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ، يَلَمْلَمَ، قَالَ: «فَهُنَّ لَهُنَّ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ، مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ، وَكَذَا فَكَذَلِكَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا»))[2]

"رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھنے کے لیے جگہ مقرر فرمائی اہلِ مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اہلِ شام کے لئے جحفہ اہلِ نجد کے لیے قرن منازل اہلِ یمن کے لئے یلملم یہ ان میں رہنے والے لوگوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے ہے جو ان پر سے گزریں اور ان میں رہنے والے نہ ہوں اور یہ حکم

---

1 مفتی عبدالرشید، خیر التوضیح، جامع اردو شرح مشکوۃ المصابیح، (ملتان:ادارہ اشاعت الخیر، 1424ہجری)، 1: 480

2 المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، كتاب الحج، باب: مواقيت الحج والعمرة، رقم الحديث :1181

بھی اس شخص کے لئے ہے جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہو جو شخص ان کے اندر رہتا ہے اس کے لیے احرام باندھنے کی جگہ اس کا گھر ہے اور اسی طرح اور اسی طرح۔ یہاں تک کہ اہل مکہ وہاں سے احرام باندھیں گے۔"

تشریح:

صاحب خیر التوضیح (مفتی عبد الرشیدؒ) نے سب سے پہلے میقات کی اقسام کا ذکر کیا ہے۔ میقات کی دو اقسام ہیں

- **میقاتِ زمانی:** شوال، ذیعقدہ، ذی الحجۃ کا پہلا عشرہ
- **میقاتِ مکانی:** جہاں سے بغیر احرام کے گزرنا درست نہیں۔

میقات کی تعریف:

میقات اسے کہتے ہیں جہاں سے مکہ مکرمہ جانے والے احرام باندھتے ہیں اور اس جگہ سے بغیر احرام کے آگے بڑھنا منع ہے ہر علاقے کے الگ الگ میقات ہیں۔ جو شخص ان مقامات کے اندر رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ میقات کے اندر اور حدود حرم سے باہر رہتے ہیں تو ان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر سے تا حد حرم ہے ان کو احرام باندھنے کے لئے میقات میں نہیں جانا پڑھے گا اور جو لوگ خاص میقات میں رہتے ہوں ان کے بارے میں اس حدیث میں کوئی حکم نہیں لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ ان کا حکم بھی وہی ہے جو میقات کے اندر رہنے والوں کا ہے یعنی اس میں اختلاف ہے۔[1]

مسئلہ: بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز ہے یا نہیں: اس مسئلہ میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

(مطلب اول):

قول اول: امام ابو حنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ کے نزدیک جس غرض سے بھی ہو بغیر احرام میقات سے تجاوز کرنا آفاقی کے لئے مطلقاً ناجائز ہے۔

قول ثانی: اہلِ ظواہرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف حج وعمرہ کے ارادہ سے داخل ہونے والوں کے لئے احرام

---

1 راؤ محمد ندیم؛ مترجم، مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س۔ن)، 2:270

ضروری ہے اگر کسی دوسری غرض سے جائے تو احرام ضروری نہیں یہی قول امام مالکؒ سے منقول ہے۔

(مطلب اول):

شوافع کی پہلی دلیل: ان کا استدلال حدیث مذکورہ سے ہے کہ اس میں "لمن كان يريد الحج والعمرة "کا ذکر ہے تو اس سے معلوم ہوا کے جس کا یہ ارادہ نہ ہو اس کا یہ حکم نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل: ابن عباسؓ کی دوسری حدیث جو مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "لا يجاوز الوقت إلا بإحرام"۔ دوسری بات یہ ہے کہ احرام کا اصل مقصد اس بقعہ مبارکہ کی تعظیم و تکریم ہے اور یہ ہر ایک کے لئے عام ہے خواہ حج و عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔[1]

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل کا جواب:

انہوں نے مفہومِ مخالف سے استدلال کیا ہے اور مفہومِ مخالف سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: احرام کہاں سے باندھنا افضل ہے میقات سے یا اس سے پہلے؟

اس میں بھی آئمہ کرام کا اختلاف ہے:

قولِ اول: امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاق کے نزدیک احرام میقات سے باندھنا افضل ہے۔

قولِ ثانی: امام سفیان ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ کے نزدیک احرام میقات سے پہلے باندھنا بھی جائز ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل یہی حدیث الباب ہے۔[2]

جمہور حضرات کی پہلی دلیل:

صحابہ کرامؓ کا فعل کہ صحابہ کرام نے مواقیت سے پہلے احرام باندھا۔ ان صحابہؓ میں سے ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ ہیں اور آگے فرمایا، ابوداؤد میں روایت ہے: ((من أهل بحجة او عمرة من المسجد الاقصى إلى المسجد الحرام غفر له ما تقدم من ذ نبه و ما تأخر و وجبت له الجنة))[3]

2. مبحث دوم: کتاب الزکاۃ:

---

1 خير التوضيح، 3 : 280

2 خير المفا تيح :3: 241

3 التعليق الصبيح:3: 260

صدقہ فطر کے مسائل:

((حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى العَبْدِ وَالحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالكَبِيرِ مِنَ المُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ»))۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور کا اور ایک صاع جو کا مسلمانوں کے ہر غلام، آزاد، مذکر، مونث، چھوٹے اور بڑے پر فرض کیا اور حکم فرمایا کہ صدقہ فطر لوگوں کے نماز (عید) کی طرف نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔

صاحب خیر التوضیح (مفتی عبد الرشیدؒ) لکھتے ہیں: یہاں سے صدقہ فطر کے چند مسائل شروع ہو رہے ہیں جو ہر حدیث کے ذیل میں بیان کیے جائیں گے۔

پہلا مسئلہ: صدقہ فطر کا حکم کیا ہے۔ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے:

قولِ اول: امام شافعیؒ، امام احمدؒ کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے۔

قولِ ثانی: امام مالکؒ کے نزدیک صدقہ فطر سنت ہے۔

قولِ ثالث: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صدقہ فطر واجب ہے۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی دلیل: یہی حدیث الباب ہے اس میں ہے "فرض رسول الله ﷺ صدقة الفطر" یہاں لفظ فرض آیا ہے جو فرضیت پر دلالت کرتا ہے اور امام مالک نے لفظ فرض کو قدر کے معنی میں لے کر اس سے سنت ہونا ثابت کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے دلائل: پہلی دلیل

فصلِ ثانی کی پہلی روایت:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ مُدَّانِ قَمْحًا، عَلَى كُلِّ حَاضِرٍ وَبادٍ، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ،

1 البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب: باب فرض صدقة الفطر (بيروت:دار الكتب العلمية، س۔ ن) ، رقم الحديث:1503

حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ))[1]

نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے یہ صدقہ کھجور اور جو سے ایک صاع اور گندم کا آدھا صاع ہر آزاد، غلام، مذکر، مونث، چھوٹے اور بڑے پر فرض کیا۔

دوسری دلیل:

مستدرک حاکمؒ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ((أنه عليه السلام أمر صارخا ببطن مكة ينادي أن صدقة الفطر حق واجب على كل مسلم))

امام شافعیؒ وامام احمدؒ کی دلیل کے جواب:

یہاں پر فرض لغوی معنی میں ہے یعنی مقرر کیا ہوا: " كما في القرآن قد علمنا ما فرضنا عليهم في أزواجهم " اور اگر فرض شرعی مراد لیں یعنی لازم کرنا تب بھی یہ حدیث ظنی ہے اور ظنی دلیل سے زیادہ سے زیادہ وجوب ثابت ہوتا ہے اور فرضیت کے لئے دلیل قطعی چاہیے لہٰذا اس سے وجوب ثابت ہوگا نہ کہ فرضیت۔

امام مالکؒ کی دلیل:

اگرچہ "فرض" قدر کے معنیٰ میں ہے لیکن شریعت نے جب اُسے وجوب کے معنی کی طرف نقل کر لیا تو اسی پر حمل کرنا اولیٰ ہے اور بغیر کسی قرینہ صارفہ کے اس کو سنیت کی طرف پھیرنا درست نہیں۔

دوسرا مسئلہ: صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے؟ اس میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

پہلا قول: امام شافعیؒ کے نزدیک رمضان کے آخری دن کے غروبِ شمس سے واجب ہوتا ہے یہی امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے

دوسرا قول: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عید کے دن طلوع فجر کے بعد واجب ہوتا ہے۔

صاحب خیر التوضیح کا یہ بھی مؤقف ہے کہ "صدقہ فطر ایک اعتبار سے بدنی عبادت ہے۔"

ثمرہ اختلاف: کہ عید الفطر کی رات جو مر گیا تو اس کا صدقۃ الفطر احناف کے نزدیک ساقط ہو جائے گا اور شوافع کے نزدیک ساقط نہیں ہوگا۔ اسی طرح عید الفطر کی رات میں کوئی بچہ پیدا ہوا تو اس کا صدقۃ الفطر احناف کے نزدیک

---

1 الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب، المعجم الكبير، محقق، حمدي بن عبد المجيد السلفي، كتاب الصوم، باب: أبو سلمة عن ابن عباس(القاهرة: مكتبة ابن تيمية –1994)م، رقم الحديث:10729

واجب ہو گا اور شوافع کے نزدیک واجب نہیں ہو گا۔

تیسری بات: صدقۃ الفطر کی شرعی حیثیت: احناف کے نزدیک واجب ہے، شوافع کے نزدیک فرض ہے اور مالکیہ کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ قریب قریب الی الواجب ہے۔ حنابلہ کی متعدد روایتیں ہیں: احناف کی دلیل: اس کا ثبوت خبرِ احاد سے ہے۔ لہٰذا واجب ہو گا نہ کہ فرض کیونکہ خبرِ احاد دلائلِ ظنیہ ہوتے ہیں اور فرض کے اثبات کے لیے تو دلائلِ قطعیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور شوافع کی دلیل یہی حدیث ہے۔

((حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى العَبْدِ وَالحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالكَبِيرِ مِنَ المُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ»))[1]

رسول ﷺ نے کھجوروں اور جو کا ایک صاع صدقہ فطر مسلمانوں کے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت چھوٹے اور بڑے پر فرض قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ نمازِ عید عید کی طرف نکلنے سے پہلے پہلے اسے ادا کر دیا جائے۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ صدقۃ الفطر فرض ہے۔ جواب: فرض سے اصطلاحی فرض مراد نہیں بلکہ فرضِ عملی مراد ہے اور واجب بھی فرضِ عملی ہے تو دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے وجوب کا منکر بالاجماع کافر نہیں ہوتا بلکہ فرضِ قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے۔

چوتھی بات: صدقۃ الفطر کی کتنی مقدار واجب ہے؟ اس پر اجماع ہے کہ گندم کے ماسواء دیگر غلوں میں ایک صاع صدقۃ الفطر واجب ہے۔ اختلاف خطہ میں ہے۔ احناف کے نزدیک نصف صاع اور عند الشوافع ایک صاع واجب ہے۔

احناف کی دلیل:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ مُدَّانِ قَمْحًا، عَلَى كُلِّ حَاضِرٍ وَبادٍ، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ))۔ [2] فرماتے ہیں کہ انہوں

1 صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب:باب فرض صدقة الفطر، رقم الحديث: 1503
2 سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني، المعجم الكبير، محقق،

نے رمضان کے آخر میں فرمایا تم اپنے روزے کا صدقہ ادا کیا کرو رسول اللہ ﷺ نے یہ صدقہ کھجور اور جو سے ایک صاع اور گندم کا آدھا صاع ہر آزاد، غلام، مذکر، مونث، چھوٹے اور بڑے پر فرض کیا ہے۔ یہ احناف کی دلیل ہے۔

((حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ۔ ۔ ۔، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: " كُنَّا نُخْرِجُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ،))[1]

ہم صدقہ فطر کا ایک ایک صاع کھانے، جو، پنیر اور انگور خشک سے نکالا کرتے تھے۔

((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: خَطَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي آخِرِ رَمَضَانَ عَلَى مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ، فَقَالَ: أَخْرِجُوا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ، فَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا، فَقَالَ: «مَنْ هَاهُنَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قُومُوا إِلَى إِخْوَانِكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ، فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ، فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ، أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ، عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ»))[2]

رمضان کے آخر میں فرمایا اپنے روزوں کا صدقہ نکالو۔ رسول ﷺ نے اس کو فرض کیا ہے۔ کھجوروں اور جوع میں سے ایک صاع اور گندم کا آدھا صاع ہر آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر لازم ہے۔

((حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّمَرْقَنْدِيُّ، ۔ ۔ ۔ قَالَ مَحْمُودٌ: الصَّدَفِيُّ - عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ))[3]

رسول ﷺ نے صدقہ فطر روزوں کو لغو اور بے ہودہ سے پاکیزہ کرنے والا اور مساکین کے لیے کھانے کا

حمدي بن عبد المجيد السلفي، كتاب الصوم، باب: أبو سلمة عن ابن عباس(القاهرة:مكتبة ابن تيمية – 1994) م، رقم الحديث:10729

1 مسند الإمام أحمد بن حنبل، كتاب الصوم، باب:مسند ابى سعيد الخدريؓ، رقم الحديث:11932

2 ابو داود سيلمان بن اشعث، سنن أبي داود، كتاب الصوم، باب: من روي نصف صاع من قمح (بيروت: المكتبه العسرية، س۔ ن)، ح : 1622

3 ايضاً، كتاب الصوم، باب زكاة الفطر، رقم الحديث:1609

باعث بنایا ہے۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور نسائی نے۔

((حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ - - - - - - عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي فِجَاجِ مَكَّةَ: أَلاَ إِنَّ صَدَقَةَ الفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ سِوَاهُ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ))[1]

نبی ﷺ نے مکہ کی گلیوں میں ایک ندا کرنے والا بھیجا اس نے اعلان کیا کہ صدقہ فطر ہر مسلمان مرد اور عورت، آزاد، غلام، چھوٹے بڑے پر فرض ہے۔گیہوں یا اس کے سوا سے دو مد یا طعام سے ایک صاع ہے۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: عن عمرو بن شعیب الخ مدان من قمح دو نصف صاع کے مساوی ہیں۔

((حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالاَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، - - - - عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَاعٌ مِنْ بُرٍّ، أَوْ قَمْحٍ عَلَى كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، أَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللَّهُ، وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ، فَيَرُدُّ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى))[2]

رسول ﷺ نے فرمایا ایک صاع گندم سے ہے۔(آپ نے بر کا لفظ یا قمح کا لفظ فرمایا)ہر دو کی طرف سے چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، تمہارے غنی کو اللہ تعالیٰ پاک کر دے گا اور تمہارے فقیر کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے زیادہ اس سے دیتا ہے جو وہ دیتا ہے۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

شوافع کی دلیل:

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: " كُنَّا نُخْرِجُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ))[3]

ہم صدقہ فطر کا ایک ایک صاع کھانے،جو،پنیر اور انگور خشک سے نکالا کرتے تھے۔

1 ابوعیسی محمد بن عیسی، الترمذي، جامع الترمذي، کتاب الصوم، باب ما جاءفی صدقة الفطر(بیروت: دارالغرب الاسلامی، 1998)، رقم الحديث:674
2 سنن أبي داود، كتاب الصوم، باب: من روي نصف صاع من قمح، رقم الحديث:1619
3 مسند الإمام أحمد بن حنبل، کتاب الصوم، باب مسند ابی سعید الخدري، رقم الحديث:11932

طریق استدلال(۱): یہ ہے کہ صاعاً من طعام من طعام مطلق ہے عام ہے اور باقی مطموعات کا مستقل الگ ذکر ہے اور طعام کا لفظ عرب میں مطلق خطہ کے معنی میں ہوتا ہے لہٰذا صاعاً من خطہ ہے۔

جواب: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ ایک صاع لیتے تھے لیکن مقدارِ واجب تو نصف صاع اور باقی نصف صاع بطور فضیلت کے اور استحباب کے تھا تو نصف صاع واجب ہونے کی حیثیت سے نہیں ہوتا تھا بلکہ استحباباً ہوتا تھا۔

طریق استدلال(۲): بقیہ مطموعات کو طعام کا مقابل بنایا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ طعام سے مراد مابعد والے مطعومات کے ماسوا ہے اور وہ خطہ ہی ہے۔ نیز فرمایا کنا نخرج معلوم ہوتا ہے کہ سارے صحابہ اکرامؓ کا عمل یہی تھا کہ صاعاً من خطہ لیتے تھے۔

جواب: یہاں طعام کا مصداق مابعد والے مطعومات ہی ہیں۔

دوسرا قرینہ و دلیل:

جب حضرت معاویہؓ کی خلافت طے ہو گئی تو حضرت معاویہؓ ملک شام سے مدینہ منورہ تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ گندم کی دو مد دوسرے غلوں کے ایک صاع کے برابر ہیں تو اس وقت حضرت ابو سعیدؓ اور صحابہ کرام بھی موجود تھے کسی نے بھی انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے خلاف کوئی قولی نص موجود نہیں تھی تو اجماع ہو گیا ورنہ اگر ہوتی تو صحابہ کرامؓ پیش کرتے۔[1]

- خیر التوضیح اور خیر المفاتیح میں صدقہ فطر باب میں علماء کرام کے اقوال اور دلائل کو تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔
- دونوں شروح میں ترجیح احناف کے مذاہب کو دی گی ہے اور اس کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

3. مبحث چہارم: کتاب الصلوٰۃ:

نماز جمعہ کا وقت:

((عن أنس بن مالك قال:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي يوم الجمعة حين تميل

1 خیر المفاتیح:3 : 38، 39

الشمس))[1] بے شک نبی کریم ﷺ جمعہ کی نماز پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔

صاحب خیر التوضیح کا موقف: جمعہ کا وقت کب شروع ہوگا؟ اس میں اختلاف ہے:

پہلا قول: جمہورؒ کے نزدیک جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

دوسرا قول: امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جمعہ کا وقت زوال شمس سے پہلے بھی ہو جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی دلیل: فصلِ اول کی دوسری حدیث:

((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: «مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ))[2] ہم قیلولہ اور کھانا جمعہ کے بعد ہی کرتے تھے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ غدا کا لفظ عربی میں اس وقت بولا جاتا ہے جو طلوع شمس کے بعد اور زوال شمس سے پہلے ہو اس کا مطلب یہ نکلا کہ صحابہ کرامؓ زوال سے پہلے کا کھانا جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد کھاتے تھے اور جمعہ لازماً زوال سے پہلے ہوتا ہوگا۔

دوسری دلیل: دار قطنی میں حضرت عبداللہ بن سیدان سلمیؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں

((قال شهدت يوم الجمعة مع أبي بكر و كانت صلوته و خطبته قبل النصف النهار ثم شهدتها))

یعنی انہوں نے خلفاء ثلاثہ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی ان کی ترتیب یہ تھی کہ صدیق اکبرؓ کی نماز نصف النہار سے قبل اور حضرت عمرؓ کی نماز عین نصف النہار اور حضرت عثمانؓ کی نماز بعد نصف النہار ہوتی اور کوئی کسی پر عیب نہ لگاتا تو حضرت ابو بکرؓ کی نماز قبل الزوال ہوئی۔

جمہور کے دلائل: (پہلی دلیل):

فصل اول کی پہلی حدیث: ((كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي يوم الجمعة حين تميل

1 أبو محمد عبد الله بن وهب بن مسلم المصري القرشي، الجامع، محقق، الدكتور رفعت فوزي عبد المطلب - الدكتور علي عبد الباسط مزيد، كتاب الصلوة، باب:من كتاب الصلوة(دار الوفاء، 2005)م، رقم الحديث:217

2 علي بن الجَعْد بن عبيد الجَوْهَري البغدادي، مسند ابن الجعد، محقق: عامر أحمد حيدر، كتاب الصلوٰة، باب: أبو غسان محمد بن مطرف(بيروت: مؤسسةنادر، 1990ء)، رقم الحديث:2941

الشمس))[1]

بے شک نبی کریم ﷺ جمعہ کی نماز پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔

دوسری دلیل: سلمہ بن اکوع کی روایت مسلم شریف میں ہے ((كنا نجمع مع رسو ل الله ﷺ إذا زالت الشمس))

تیسری دلیل: بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے ((الجمعة راحو فی ھیئتھم)) اور رواح کے لفظ کا اطلاق بعد الزوال پر ہوتا ہے۔

چوتھی دلیل: اس قسم کے الفاظ "باب التنظیف و التکبیر" میں بھی آئے ہیں۔

فریق مخالف کے دلائل کے جوابات:

پہلی دلیل کا جواب: غدا کے لفظ کا حقیقی معنیٰ وہی ہے جو تم نے مراد لیا لیکن لغت میں اس کے اندر توسع ہے یہ دوپہر کے کھانے کو کہتے ہیں "عليكم بغداء المبا رك" میں تو سحری کے کھانے پر بھی اطلاق ہوا ہے۔

دوسری دلیل کا جواب: اس میں حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے کیونکہ عین نصف النہار پر نماز مکروہ اور حرام ہے بلکہ اس میں ترتیب کا بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ جلدی نماز پڑھتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قبل نصف النہار اور حضرت عمرؓ اس سے ذرا تاخیر سے پڑھتے اور حضرت عثمانؓ ان دونوں حضرات سے تاخیر کرتے تھے کیونکہ اس وقت آبادی زیادہ بڑھ گئی تھی۔[2]

خیر المفاتیح میں علامہ شبیر الحق کشمیریؒ کا موقف:

صاحب خیر المفاتیح نے سب سے پہلے باب کا نام کا ذکر کیا ہے باب کا ذکر کرنے کے بعد موضوع سے واقفیت کروانے کے لئے موضوع سے متعلق تفصیلاً بیان کیا ہے۔

لغت میں خطبہ مطلقاً تقریر، گفتگو اور اس کلام کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن شریعت کی اصطلاح میں "خطبہ" اس کلام اور مجموعہ کو کہتے ہیں جو پند و نصائح، ذکر و ارشاد، درود و سلام اور شہادتین پر مشتمل ہو۔ نماز جمعہ میں خطبہ فرض اور شرط ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خطبہ کی کم سے کم مقدار سبحان اللہ یا

1 الجامع لابن وهب، كتاب الصلوٰة، باب من كتاب الصلوٰة، رقم الحديث:217

2 خير التو ضيح :3 : 340، 341

لا الہ الا اللہ کہہ دینا ہے۔ اگرچہ آنحضرت ﷺ سے طویل خطبہ منقول ہے لیکن طویل خطبہ واجب یا سنت ہے شرط اور فرض نہیں ہے کہ بغیر طویل خطبہ کے جمعہ کی نماز درست نہ ہوتی ہو مگر حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طویل ذکر اور پند و نصیحت کہ جسے عرفِ عام میں خطبہ کہا جاتا ہے ضروری ہے محض سبحان اللہ یا الحمد للہ کہہ لینے کو خطبہ نہیں کہا جا سکتا، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک دو خطبے نہ پڑھے جائیں خطبہ جائز نہیں ہوتا۔ ان تمام ائمہ کے دلائل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

قیلولہ دوپہر کا آرام۔ تغدی زوالِ شمس سے پہلے پہلے کا کھانا۔ اس حدیث کے تحت کہ جمعہ کا وقت کب کب شروع ہو گا؟ اس میں دو قول ہیں۔

- جمہور کہتے ہیں جو وقت ظہر کی نماز کا ہے وہی جمعہ کی نماز ہے یعنی زوالِ شمس کے بعد نماز جمعہ شروع ہوتا ہے
- حنابلہ کہتے ہیں زوال سے پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے اس سے پہلے بھی نماز جمعہ ادا کی جا سکتی ہے۔

جمہور کے دلائل:

جمہور کی دلیل پہلی حدیث ہے۔ ((كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي يوم الجمعة حين تميل الشمس۔))

بے شک نبی کریم ﷺ جمعہ کی نماز پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔

حنابلہ کی دلیل:

حنابلہ کی دلیل دوسری ہے۔ ((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: «مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَذَّى إِلَّا بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ)) کہ ہم قیلولہ اور کھانا جمعہ کے بعد ہی کرتے تھے۔

تشریح:

طریق استدلال یہ ہے کہ وقت قیلولہ دوپہر کے وقت زوال سے پہلے ہوتا ہے۔ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد صحابہ کرامؓ قیلولہ کرتے تھے لہٰذا نماز جمعہ بھی زوال سے پہلے ہوتی تھی۔ احناف و جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ صحابی کا مقصود اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ اور کھانا اور قیلولہ بعد میں ہوتا تھا۔ جمعہ کی نماز قیلولہ کے وقت معتاد پر نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ جمعہ کے دن قیلولہ اپنے وقت معتاد پر

نہیں ہوتا تھابلکہ غیر وقت میں ہوتا تھا۔یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ نبی کریم ﷺ سحری کا کھانا کھارہے تھے ایک صحابیؓ آئے نبی کریم ﷺ نے فرمایاھلم غداء مبارکا آؤبابرکت صبح کے کھانے میں شریک ہو جاؤ۔اب غدا اس کھانے کو کہتے ہیں جو زوالِ شمس سے پہلے پہلے کھایا جائے۔اب نبی کریم ﷺ نے غداۃ کا اطلاق سحری کے کھانے پر کیا جبکہ اس سحری کے کھانے پر غداۃ کا اطلاق نہیں ہو سکتا چونکہ سحری کا یہ کھانا غداۃ کے قائم مقام ہو جاتا ہے یعنی اس کھانے کے قائم مقام ہو جاتا ہے جو کہ زوالِ شمس سے پہلے پہلے کھایا جاتا ہے۔تو اس لئے اس پر غداۃ کا اطلاق کر دیا۔اسی طرح یہاں بھی ہے۔چونکہ یہ قیلولہ و آرام جو کہ جمعہ کی نماز کے بعد ہوتا ہے یہ قائم مقام ہے اس آرام و قیلولہ کے جو زوالِ شمس کے وقت ہوتا تھا اس لئے اس آرام پر قیلولہ کا اطلاق کر دیا۔[1]

- صاحب خیر التوضیح نے کتاب کا نام لکھنے کے بعد اس موضوع کے متعلق بنیادی معلومات نہیں دی ہیں جبکہ صاحبِ خیر التوضیح نے اس موضوع سے متعلق معلومات کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔
- خیر التوضیح میں مسائل ودلائل کا ذکر تفصیلاً آیا ہے جبکہ خیر المفاتیح میں اجمالاً ذکر کیا گیا ہے۔

حاصل کلام:

شریعتِ مطہرہ کا قرآن پاک کے بعد سب سے بڑا ماخذ احادیث رسول ﷺ ہیں۔حق تعالیٰ نے جس طرح اس امت کے لیے حفظ قرآن کی نعمت کو آسان فرمادیا اسی طرح اس امت کے لیے علم حدیث کو بھی رائج فرمادیا۔ حدیث کی عظمت وفضیلت اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی ضرورت کے پیشِ نظر حدیث کی حفاظت وصیانت اور کتابت کا اہتمام زمانۂ رسالت ہی سے کیا گیا؛ چنانچہ احادیث کی تحریر سے قطعِ نظر صحابۂ کرامؓ نے علم حدیث کے اصول اور حفظ وضبط کے لیے اللہ کی عطا کردہ غیر معمولی حافظہ کی تیزی اور ذہن کی سلامتی کا سہارا لیا۔ مشکوۃ شریف فن حدیث میں درس نظامی کی پہلی کتاب ہے، جو کتب حدیث کی جامع ہے۔اسکی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عرب وعجم میں ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں اس کی بہت سی شروحات لکھی جا چکی ہیں۔مشکوٰۃ المصابیح کی شروح میں کوئی ایسی اُردو شرح اس حُسن ترتیب کے ساتھ ہماری نظر سے نہیں گزری، اس شرح "خیر المفاتیح" میں مؤلف نے حدیث پاک کے مشکل الفاظ کی توضیح کی ہے۔ سوال وجواب کے

---

1 خیر المفا تیح:2/225-224

ذریعے مشکل ابحاث کو آسان بنایا ہے جدید فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ متعلقہ حدیث کے تحت فقہاء کرام کے مذاہب مع دلائل بیان کیے ہیں نیز مؤلف نے حدیث کے راویوں کے مختصر احالات بیان کیے ہیں۔ الغرض خیر التوضیح اور خیر المفاتیح میں احادیث رسول ﷺ کو نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا۔ اور نہایت آسان الفاظ میں اس کا ترجمہ اور تشریح کی گئی ہے۔

نتائج تحقیق:

تمام تر تفصیلات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ

- "خیر التوضیح اور خیر المفاتیح "ایسی شروحات ہیں جسے باقاعدہ طور پر درسی ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لکھا گیا ہے۔ ایک نوجوان عالمِ دین کے قلم سے ایسی مبسوط، مدلل، اور حسن ترتیب سے مزین شرح کی تکمیل قابلِ تحسین ہے۔ الغرض یہ شروحات اسی سلسلے کی ایک زرّیں کڑی ہے جس میں ہزاروں صفحات کا عطر کشید کیا گیا ہے۔ اساتذہ وطلبہ دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔
- عبارت پر اعراب، عام فہم ترجمہ، بیان و توضیح مسالک، ترجیح مذہب حنفی، دیگر مسالک کے دلائل سے جوابات، مشکل صیغہ کا صرفی و نحوی حل، ابواب کا باہم ربط و تعلق اور اکابرین کے علوم سے استفادہ کی خوبیاں اس تقاضا کی پوری رعایت کو جلوہ میں لئے ہوئی ہے۔
- ان شروحات کا انتخاب کرنے کی وجہ ان کا انتہائی سہل اور آسان انداز اہے۔ ان شروحات پر تحقیقی کام کرنے کی وجہ ان کی خوبیوں کو بیان کرنا اور ان کو عام لوگوں کے لئے آسان بنانا ہے۔

تجاویز و سفارشات:

- ان شروحات کو منتخب کرنے کی وجہ اس میں مذکور احادیث کو جامعیت اور مستند انداز سے بیان کرنا ہے۔ تاکہ امتِ مسلمہ اس کی اہمیت سے واقفیت حاصل کر سکیں اور اس کی روشنی میں اپنی دنیا و آخرت کو کامیاب کر سکیں۔ احادیث رسول ﷺ سے گہری وابستگی اور محبت قائم کر سکیں۔
- خیر التوضیح اور خیر المفاتیح کو اس کی دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ آسان فہم ہونے کی بنیاد پر درسی کتب

کے نصاب میں شامل کرنا چاہیے۔ دورِ حاضر کی اہم ضرورت ہے کہ حدیث کے میدان میں زیادہ سے زیادہ کام کیا جائے تاکہ ہر خاص وعام ان انمول ذخائر سے مستفید ہو سکے۔